شرعی نظام اور اسکی ضرورت

حضرت مولانا محمد حسن جان
استاذ حدیث دارالعلوم حقانیہ

"ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور حکمت کے ماتحت دو قسم کے نظام پیدا کئے ہیں۔ ایک تکوینی نظام اور دوسرا تشریعی نظام۔ تکوینی نظام کے دو حصے ہیں علویات اور سفلیات۔

علویات: تکوینی نظام میں یہ کرۂ عالم ہے۔ جس میں ہر چیز عجائبات وغرائب کا آئینہ دار ہے اور خداوند قدوس کی معرفت اور اس کی حکمت وقدرت کی ایک ضخیم کتاب ہے۔

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

کارخانۂ عالم

اگر آپ اندھیری رات میں اس نیلگوں آسمانی فضا پر نظر ڈالیں تو آپ ان اَن گنت ستاروں کی تعداد اور روشنی سے اس یقین محکم پر مجبور ہوں گے کہ واقعی اس عظیم الشان کارخانے کا بنانے اور چلانے والا اس کے پرزوں کو نہایت مضبوط ترتیب وسلیقہ سے جوڑنے والا اور ہزاروں اور لاکھوں برس سے ایک ہی انداز سے اس کی حفاظت کرنے والا بڑا زبردست حکیم وقدیر صانع ہے جس کے حکیمانہ تصرف اور نفوذ واقتدار سے اس کارخانے کا کوئی چھوٹا بڑا پرزہ بھی باہر نہیں۔ یہ کام یوں ہی بخت واتفاق یا بے شعور طبیعت اور اندھے بہرے مادہ سے نہیں ہو سکتا۔

جرائم فلکی کی تعداد

قدیم یونانی سائنس دان اپنے رصدگاہوں اور تجربوں کے مطابق ستاروں کی تعداد پچیس[۲۵] ہزار تک بتلاتے رہے۔ پھر جدید دور کے سائنس دان اپنے ابتدائی تجربات کی روشنی میں ایک لاکھ تک بتلا گئے۔ پھر دس لاکھ تک تعداد بڑھانے لگے۔ آخر ایک کروڑ سے ایک سو ساٹھ کروڑ تک تعداد بڑھا دی اور اب کہنے لگے کہ ستاروں کی تعداد کے بارے میں ہم یقین کے ساتھ کچھ

نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے کہ اس تعداد سے زیادہ ہوں۔

ستاروں کی روشنی بعض ستاروں کی روشنی ابھی تک زمین کو نہیں پہنچ سکی ہے۔ اس میں ایسے ستارے بھی ہیں جن کی روشنی ساٹھ ہزار (۶۰،۰۰۰) میل فی سیکنڈ کی رفتار سے زمین کی طرف آرہی ہے۔

ستاروں کا حجم عام ستاروں کے علاوہ بعض سُورج سے بھی بڑے ہیں مثلاً قطبی ستارہ جو ہمیں سب سے چھوٹا ستارہ محسوس ہوتا ہے "جُدی"، سُورج سے چوّن ہزار گُنا بڑا ہے اور خُود سُورج ہماری زمین سے تیرہ لاکھ گُنا بڑا ہے۔

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ستاروں کی ضرورت ہر ایک ستارے میں کتنے عجائبات و غرائبات ہوں گے جو انسان کے تصوّر میں بھی نہیں آسکتے۔ سُورج اور چاند وغیرہ کی روشنی اور گرمی خاص مقدار میں کرۂ ارضی کو محفوظ رکھتی ہے اور اگر اس مقدار میں ذرا بھی کمی بیشی آجائے تو کوئی جاندار بھی صفحۂ ارض پر زندہ نہیں رہ سکے گا۔ صرف سُورج کی روشنی جو زمین تک پہنچتی ہے اس کا فی گھنٹہ وزن چار سَو اسی من ہے۔ حالانکہ پُوری دُنیا کی مصنوعی بجلی کا وزن فی گھنٹہ چھ چھٹانک ہے اور اس کا خرچہ تقریباً چودہ کروڑ ڈالر ہے۔ اور اگر سُورج کی روشنی ہمیں قیمتاً دی جاتی تو پُوری دُنیا کی دولت بھی سُورج کی ایک گھنٹے کی روشنی کے لیے کافی نہیں ہوتی ہے۔

ہوا اسی طرح ہوا کو لیجئے جو تقریباً ہر انسان کے لیے روزانہ ۴۰ گیلن اوسطاً کی ضرورت ہے۔ اور انسانوں بلکہ تمام جان داروں کو مُفت مل رہی ہے۔ یہ تھا علویات کا مختصر نقشہ۔ اور سفلیات کے بارے میں سُنیئے

سفلیات:

عالم مشاہدہ سفلیات پر نظر ڈالیئے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ ۱۹۵۶ء کے مطابق دُنیا میں فی گھنٹہ اوسطاً چھبیس ہزار انسان پیدا ہوتے ہیں جبکہ اموات اٹھارہ ہزار فی گھنٹہ اوسطاً واقع ہوتے ہیں۔ پھر ہر انسان کی شکل الگ، اور اخلاق، عمر، عقل وغیرہ ہر چیز کا فرق۔ یہ صرف رب العالمین کی ربوبیت کاملہ کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ان سب کے لیے بچپن سے فنا تک اسبابِ حیات اور رزق مہیا کرنا یہ صرف اللہ تعالےٰ کا کام ہے اور انسانی قوت سے بالاتر ہے۔ اسی طرح تمام حیوانات بلکہ ہر ذرہ عالم خداوند قدوس کی حکمت و ربوبیّت اور علم کا بڑا نظارہ پیش کرتا ہے۔ زمین پر ایسے خطے اب بھی موجود ہیں جہاں تک انسان کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ یہ تو عالم مشاہدہ

کا حال ہے اور رہا عالم غیب جو ماوراء الحس ہے اور عام لوگوں کے نظر سے باہر ہے۔ مثلاً عالم ملائکہ وجن و ارواح وغیرہ ان کا کیا کہنا ہے؟ اس عالم مشاہدہ میں جو چیزیں پیدا ہوئی ہیں وہ کس عجیب ترتیب اور مناسبت کے ساتھ ہیں جس میں کسی خطا یا نامناسب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کی ساخت اور شکل کو دیکھ لیجئے اور پھر بدن کا باطنی و ظاہری حصہ۔ آنکھوں کی بناوٹ اور پھر اس کی حفاظت کیسے ہوئی؟ اگر آنکھیں چہرے کے بجائے گردن یا پیٹھ میں ہوتیں یا دو کے بجائے ایک آنکھ ہوتی یا ٹھوڑی کے نیچے یا گالوں پر ہوتیں تو کتنی بھدی معلوم ہوتیں۔ اسی طرح ناک اگر پیشانی یا گالوں یا بدن کے کسی دوسرے حصہ میں ہوتی تو کتنی بری نظر آتی۔ اسی طرح تمام حواس اور ان میں جو قوتیں ودیعت کی گئی ہیں دنیا میں کوئی عاقل آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو اس عظیم تکوینی نظام میں انگشت نمائی کر سکے یا اس کا غلط ہونا اور دورِ جدید کے لیے غیر مناسب ہونا ثابت کر سکے۔

انسانی مصنوعات میں آئے دن تبدیلی ہوتی رہتی ہے مگر خدائی مصنوعات میں جو یہ تکوینی نظام ہے نہ غلطی کا امکان ہے اور نہ ہی اس سے بہتر نظام کا تصور ہو سکتا ہے۔

کمیونسٹ نظریہ پر رد

اب اگر کوئی کمیونسٹ یا دھری یہ نظریہ قائم کرے کہ یہ سب کچھ طبیعت کا اثر ہے اور اس کے لیے کوئی خالق نہیں۔ یعنی خدا کا انکار کرے تو ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ آخر طبیعت کیا ہے اور طبیعت ایک ہے یا مختلف اور متعدد اگر ایک ہے تو عجیب بات ہے کہ مؤثر ایک ہے اور آثار مختلف رونما ہوئے اور اگر طبیعتیں متعدد و مختلف ہیں تو پھر ان میں یہ اختلاف کس نے پیدا کیا ہوا ہے۔

ائمہ کرام کے مشاہدے

حضرت امام مالکؒ کے پاس ایک دھری آیا اور پوچھا کہ خدا کے وجود کی علامت کیا ہے؟ قریب ہی گلاب کے پھول کا درخت تھا آپ نے درخت کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس درخت میں ایک تنا ہے پتہ اور پھول ہے اور تینوں کے مختلف رنگ ہیں۔ حالانکہ زمین کی قوت سب کے لیے ایک جیسی ہے۔ پانی اور روشنی سب کو یکساں میسر ہے۔ ہوا تینوں کو برابر لگتی ہے لیکن اثرات مختلف رنگوں میں رونما ہوتے ہیں۔

امام شافعیؒ سے کسی نے خدا تعالیٰ کے وجود کی مثال چاہی آپ نے فرمایا یہ شہتوت کا درخت ہے اگر اسے شہد کی مکھی کھا جاتی ہے تو شہد پیدا ہو جاتا ہے اور اگر ریشم کا کیڑا کھا جاتا ہے تو ریشم بنا دیتا ہے اور اگر ہرن کھا جاتی ہے تو کستوری بن جاتی ہے۔ آخر یہ فرق کس نے پیدا کیا؟

تشریعی نظام۔

خالق کائنات نے انسان کی اختیاری زندگی بسر کرنے کے لیے دوسرا نظام پیدا فرمایا ہے جو انبیاء کرامؑ کی

کی وساطت سے دُنیا کو ملا ہے جسے ہم شریعت ، نظام مصطفیٰ اور اسلامی نظام وغیرہ کے مُبارک نامون سے تعبیر کرتے ہیں ۔

انسانی زندگی کا تکوینی حصّہ انسان کے تین حالات تکوینی نظام کا حصہ ہیں ۔ ایک حصّہ اختیاری ہے ۔ جس کے لیے تشریعی نظام نافذ کیا گیا ۔ انسانی زندگی میں تکوینی نظام کے تین حصّے ہیں ۔ ایک پیدائش کی حالت کہ کس شکل میں پیدا ہُوا ۔ کہاں اور کیسے پیدا ہُوا ؟ دُوسرا پیدائش کے بعد کی حالت ۔ یہ زندگی اختیاری اور غیر اختیاری دو حصّوں میں منقسم ہے ۔ غیر اختیاری حصّہ جیسے مُدت عمر ۔ گرمی ، سردی ، بخار ، بڑھاپا وغیرہ تکوینی نظام سے متعلق ہے ۔ تیسرا حصّہ موت کی حالت کہ کہاں اور کیسے واقع ہوئی ؟ یہ دہریوں پر ایک زبردست ردّ ہے ۔

خروشیف کا غلط خیال خروشیف نے رُوس میں اعلان کیا کہ مَیں نے خُدا کا تصوّر ختم کر دیا ہے کیونکہ انسان سے بڑی قوت کہیں ہے ہی نہیں ۔ تو خُدا کا کیا مطلب ؟ کسی نے جواب دیا کہ مختصر سمجھو کہ تمہارا باپ کس نے مارا ؟ ماں بیٹی وغیرہ کو کس نے موت کے گھاٹ اُتارا جبکہ آپ وزیر اعظم ہیں اور اس وقت آپ سے بڑی قوت کوئی نہیں ۔ تو کون سی وہ عظیم قوت ہے جو آپ کے والدین وغیرہ کو مارتا ہے ۔ فبہت الذی کفر ۔

انسانی زندگی کا تشریعی حصّہ اللہ تعالےٰ نے ایک چوتھی حالت پیدا کی جو اختیاری زندگی ہے ۔ یعنی ایک اعضاء کی خلقت ہے جو تکوینی نظام کا حصّہ ہے اور ایک اُن کا استعمال ہے جس کے لیے تشریعی نظام بھیجا گیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ انسان نہ تو مجبور محض ہے اور نہ بالکل با اختیار اور آزاد ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور پُوچھا کہ مَیں مجبور محض ہوں یا بالکل بااختیار ۔ آپ نے سادہ اور حسّی جواب دیا اور فرمایا کہ ایک ٹانگ اٹھا لو اُس نے اُٹھا لی فرمایا اب دوسری ٹانگ اُٹھاؤ ۔ کہا اٹھاؤں تو گر جاؤں گا ۔ آپ نے فرمایا ۔ بس اتنا ہی اختیار ہے اور اتنے ہی مجبُور ۔

نظامِ شریعت کی تعریف اس نظام کا خلاصہ اور تعریف یہ ہے کہ خُدا اور مخلوق خدا کے حقوق جاننا ، ماننا اور پھر ادا کرنا ۔ اللہ تعالےٰ کی معرفت اور اُس کے حقوق جاننے میں چونکہ عقل کی رسائی ممکن نہیں اس لیے اس میں تعلیمات انبیاء کرام علیہم السلام کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں رہتا ۔ جو کہ اعرف الناس بربھم ہیں ۔ انبیاء کرام کیوں مبعوث ہُوئے ۔ انسانی حقوق اور معرفت کے لیے انبیاء کرام مبعوث فرمائے گئے ۔ ملائکہ کو یہ ذمہ داری نہیں سونپی گئی اس لیے کہ ملائکہ اگر اپنی اصلی وجود میں ہوتے تو وہ انسان کو نظر نہیں آسکتے اور کسی حیوان کی شکل میں ظاہر ہوتے تو استفادہ کے لیے مناسبت ضروری ہے اور وہ نہ ہوتی

اور اگر انسانی شکل میں ہوتے تو اگر کھاتے پیتے تو وہی انبیاء کرام ہیں اور اگر انسانی ضروریات سے پاک ہوتے تو ان چیزوں میں ان کا اتباع کیسے ہوتا؟ اللہ تعالےٰ نے انبیاء کرام بھیج دیئے تاکہ انسانوں کے لیے پوری زندگی میں مثالی نمونے بن جائیں۔ اور خوشی وغم اور جہاد وغیرہ کے علاوہ معاشرت میں بھی اُن کا اتباع ہو سکے۔

چنانچہ انبیاء کرام علیہ السلام اور اُن کے وارثین علماء ربانین کے بیان کئے بغیر کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ "لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ"۔ ہر فن کے لیے اُس کے ماہرین ہی چاہئیں۔ مضر صحت غذاؤں اور موسم اور فضاؤں کے اختلاف سے صحت کے علاج معالجہ کے لیے ماہرین طب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح عقائد، اعمال اور اخلاق کی صحت کی خرابی کے لیے اور اس کے علاج وتربیت کے لیے اسی سے متعلق ماہرین کی طرف جانا پڑتا ہے جو انبیاء کرام علیہ السّلام اور اُن کے جانشین و وارثین علماء حق کہلاتے ہیں۔

عقل دستور زندگی تیار نہیں کر سکتی

بعض لوگ اس خام خیال میں مُبتلا ہیں کہ زندگی کا طریقہ عقل سے معلوم کرلیں گے انبیاء کرام کی کیا ضرورت؟ لیکن ہمارے بزرگ علماء کے خیال میں یہ نظریہ غلط ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ عقل مختلف اوقات میں خارجی اثرات سے متاثر ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ دُنیا والوں کے عقول مختلف ہیں۔ ہر ایک اپنے زاویۂ فکر پر سوچتا ہے۔ عقل کی تو حالت یہ ہے کہ ہندوستان کے سب سے پہلے صدر ڈاکٹر رام چند پرشاد "ادم" کی عبادت کرتا تھا۔ "ادم" عورت اور مرد کے عضو خاص کا نام ہے۔ مہادیو اور پاربتی کے مجسّمے بنائے جاتے تھے اور انہیں سجدہ لگاتے تھے حالانکہ دوسری قومیں اس کے اظہار کو موت سمجھتی ہیں۔

جاپان جو صنعتی دُنیا میں امریکہ اور یورپ کو بھی مات کر گیا ہے۔ لیکن شاہی خاندان کی حالت دیکھئے کہ شہزادہ مچیکو اور اس کی والدہ کتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ ذرا بتائیے کہ یہ عقل بھی کوئی قانون زندگی تیار کر سکتی ہے؟

لیکن انبیاء کرام علیہ السلام جو ان عام چیزوں سے متاثر نہیں ہُوا کرتے بلکہ ہر طرح سے معصوم و مامون ہیں اور اُن کی تعلیمات میں بنیادی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے اس لیے اُن کا دامن تھامے بغیر اور ان کا اتباع کئے بغیر کبھی کامیاب زندگی میسّر نہیں ہو سکتی اور نہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ انبیاء کرام کی تعلیمات علماء کرام کے ذریعے ہی قوم کو پہنچ جاتی ہے۔ اسی لیے اُن کا اتباع بھی انبیاء کرام اور شریعت کا اتباع کہلاتا ہے۔

اسلام اور دیگر نظام ہائے زندگی میں تفاوت

تشریعی نظام جو خداوند قدوس کی طرف سے انبیاء کرام کے ذریعہ سے دُنیا کو ملا اور بالخصوص ہماری شریعت جو سیدالاولین والآخرین کی وساطت سے خیرالامم کو ملی ہے ۔ یہ تمام انسانی نظاموں اور ازموں سے اعلیٰ ہے۔ بلکہ وہ اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ۔ جس کے لیے بطور اختصار مندرجہ ذیل وجوہ ملاحظہ کیجئے :۔

پہلی وجہ : تشریعی نظام خداوند قدوس کا بنایا ہُوا نظام ہے اور باقی نظام ہا اور ازم انسانی خیالات کا نتیجہ ہیں ۔ ظاہر ہے کہ جب بنانے والوں میں کوئی مناسبت نہیں تو اُن کے بنائے ہُوئے نظام بھی آپس میں کوئی مناسبت نہیں رکھتے ۔

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

دوسری وجہ :۔ انسانی علم محدود ہے اور انسان دُنیا کی ضرورتوں حتیٰ کہ انسانیت کے تقاضوں سے بھی پُوری طرح واقف نہیں ۔ اس لیے انسان کے عقل سے تیار کردہ نظام میں نقص ہوگا اور انسانی ضرورتوں اور تقاضوں کے لیے پُورا اور مُفید نہ ہوگا جبکہ اُس کے مقابلے میں اللہ تعالےٰ کا علم غیر محدود ہے ۔ وہ انسان بلکہ تمام عالم کا خالق ہے اس لیے اُسے عالم انسان اور اُس کے تمام تقاضوں کا پُورا پُورا علم ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس کا نظام تمام ضروریات پر محیط ہوگا اور اس میں کسی قسم کی کمی یا نقص کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

ماہرین طب کہتے ہیں کہ ہم انسانی امراض کا سولہ آنے میں سے چھ آنے بھی معلوم نہیں کر سکے ہیں ۔ اور دوسرا حکیم کہتا ہے کہ انسانی امراض کی ہم تین فیصد تشخیص بھی نہیں کر سکے ہیں ۔

تیسری وجہ :۔ انسان زیادہ سے زیادہ اپنے زمانے ، اپنے وطن اور اپنی ہی قوم کے حالات سے واقف ہوتا ہے ۔ اس لیے اس کا نظام صرف اپنے زمانہ ، اپنی قوم اور اپنے وطن ہی کے لیے مفید رہ سکتا ہے ۔ مگر اس میں بھی زمانہ قوم اور وطن کی تبدیلیوں کے ساتھ تبدیلیاں لانی پڑتی ہیں ۔ اس کے برعکس اللہ تعالےٰ حال ، ماضی اور مُستقبل تمام زمانوں کا عالم ہے اور تمام اوطان و اقوام کے حالات کو ہر وقت جانتا ہے ۔ اس لیے اس کا نظام ابدی اور جملہ اقوام و اوطان کے لیے کارگر ہوگا جس میں تبدیلی کی ضرورت نہ ہوگی ۔ البتہ اگر اللہ تعالےٰ خُود ہی کسی قوم یا زمانے کے لیے خاص کر دے تو یہ اور بات ہے ۔

چوتھی وجہ :۔ انسانی نظام خواہ وہ شخصی ہو یا پارلیمانی اپنی پارٹی اور قوم سے متاثر ہوتا ہے اس میں ضرور اپنی پارٹی یا اپنے گروہ کا زیادہ لحاظ ہوگا ۔ جبکہ اللہ تعالےٰ ان تمام چیزوں سے

بالاتر ہے اس کا کسی سے قومیت وطنیت کا علاقہ نہیں۔ اس لیے اس کے نظام میں یہ خامیاں ہرگز نہیں ہوں گی۔

پانچویں وجہ :- تمام انسانی نظام دُنیا کی چند روزہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ کا نظام دُنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے۔

چھٹی وجہ :- انسانی نظام صرف بدن کی اصلاح کرتا ہے اس کے مقابلے میں اللہ تعالےٰ کا نظام روح اور بدن دونوں کی اصلاح کرتا ہے۔ جو انسان کی حقیقت کے اہم حصے ہیں اور دونوں میں اعلےٰ جزء رُوح ہے۔ جو انسانیت کا حقیقی مصداق ہے اور بدن کی مثال تو اس کی لباس کی ہے۔ اس لیے شرعی نظام میں عقائد، اور عبادات، معاملات، اخلاقیات اور فضائل وغیرہ سب شامل ہیں جو باقی نظاموں میں نہیں ہیں۔

ساتویں وجہ :- ہر نظام کی صحت کو معلوم کرنے کے لیے دو چیزوں کو مدِ نظر رکھنا پڑتا ہے۔ اوّل یہ کہ وہ نظریہ جس پر ایک نظام کی بُنیاد رکھی جاتی ہے غلط ہے یا صحیح ہے۔ دوم اس کی حکمت عملی کہ کس حد تک ملک و قوم کے لیے امن و سکون اور خوشی کا ضامن ہے۔

شرعی نظام کے علاوہ تمام ازموں اور نظاموں کی بُنیاد غیر فطری اور ناقص نظریہ پر رکھی گئی ہے۔ مثلاً سوشلزم کا نظریہ معاشیات کی بُنیاد پر ہے اور صرف پیٹ کا مسئلہ حل کرتا ہے اور جو خالقِ کائنات کے انکار پر مبنی ہے۔ اور چونکہ اس کی حکمت عملی تکوینی نظام اور فطری نظریہ کے مخالف اور متصادم ہے اس لیے یہ نظام کسی بھی قوم کے لیے خوشی اور امن و سکون یا خوشحالی کا ضامن نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ چند لٹیروں اور چوروں کی حوصلہ افزائی کر سکتا ہے۔ جو پُوری قوم اور وطن کے لیے خون خرابہ اور فساد کا باعث ہو گا۔

آٹھویں وجہ :- دُنیا کے تمام انسانی نظاموں میں جو مصلحتیں ملحوظ ہوتی ہیں اور جو کسی حد تک انسانی معاشرہ کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہے وہ سب اعلےٰ معیار میں شرعی نظام میں موجود ہے۔ اور جو نقصانات دوسرے نظاموں میں ہیں اسلام اُن سے بالکل پاک اور مبرا ہے۔ عقائد اور عبادات اور اخلاق کے علاوہ تعزیرات وحدود اور معاشی مسائل کے لیے جو قوانین وضع کئے گئے ہیں ان کی نظیر نہیں ملتی۔

تعزیرات وحدود کا مقصد | تعزیرات وحدود کا نظام پانچ چیزوں کی حفاظت کے لیے ہے :-

(۱) عقل (۲) نسب (۳) دین (۴) مال (۵) نفس

عقل کی حفاظت کے لیے جو انسان کو دیگر حیوانات سے ممتاز کرتی ہے۔ شریعت نے شراب اور دیگر منشیات کے استعمال پر پابندی عائد کر دی ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے حد اور تعزیر مقرر کر دی ہے۔ اسی طرح نسب کی حفاظت کے لیے شریعت نے پردہ لازمی قرار دیا ہے۔ اور جنسی اختلاط اور آوارہ گردی وغیرہ تمام بے حیائیوں پر پابندی لگا دی ہے اور اس کی مخالفت کرنے والوں پر حدود اور تعزیرات مقرر کی گئیں ہیں۔ ورنہ کچھ معلوم نہ ہوگا کہ یہ کس کا بیٹا ہے۔ اس لیے ایک انگریز مفکر گبن کہتا ہے کہ :-

"یورپ کی آبادی پنتالیس کروڑ ہے لیکن اس میں ۵۰ لڑکے ایسے نہیں ملیں گے جو صرف اپنے باپ کی اولاد ہو اور ۵۰ لڑکیاں ایسی نہیں ملیں گی جو بلوغ سے پہلے پاک رہ گئیں ہوں"۔

اور ایک جرمن عورت اسی لیے یہ کہنے پر مجبور ہوئی کہ "کاش! میں اسلامی خاندان میں پیدا ہوتی"۔

دین : جو تمام عقائد، اخلاق اور اعمال کا نام ہے کی حفاظت کے لیے مرتد کی سزا قتل مقرر کی گئی ہے۔

مال : کی حفاظت کے لیے چوری، دغابازی، اور جوا وغیرہ ممنوع قرار دیا گیا ہے اور ایسے جرائم پر حدود و تعزیرات نافذ کی جاتی ہیں۔ ایک ملحد نے چور کے ہاتھ کاٹنے کی حد پر اعتراض کیا ہے کہ ہاتھ کی قیمت تو پانچ ہزار روپے ہے اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو دس روپے چوری کرنے پر اور اس پر تعجب کیا ہے :

یدٌ بخمسٍ مأٍ بین عسجد ودیت — ما بالها مقطوعة فی ربع دینار

لیکن علماء نے اس کا جواب دیا ہے :

عز الامانة اغلاها و ارخصها — ذل الخیانة فانظر حکمة الباری

یعنی لما کانتا امینتین کانتا ثمینتین و لما خانتا هانتا "یعنی امانت دار مظلوم ہاتھ کی قیمت اور دیت پانچ ہزار ہے جبکہ ظالم خائن ہاتھ دس روپے کے بدلہ میں کاٹا جاتا ہے۔

نفس کی حفاظت کے لیے قانون قصاص ہے۔ جو معاشرے کی پُر امن زندگی کا ضامن ہے۔ اس شرعی نظام سے دوسرے نظاموں کا موازنہ کیجئے اور جہاں شرعی نظام نافذ نہیں ہے وہاں مختلف قسم کے جرائم کا اندازہ لگائیے۔ تو سوچنے کے لیے بھی وقت درکار ہے۔ یقین کیجئے کہ شرعی نظام کے حدود و تعزیرات میں جو امن و سکون اور ان پانچ چیزوں کی حفاظت کے لیے ضمانت ہے۔ وہ کسی بھی نظام میں نہیں۔

اسلام میں معاشیات کا نظام

اسلام میں جہاں تک معاشیات کے نظامِ حیات کا تعلق ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اسلام کا معاشی نظام مؤاسات، ہمدردی اور اخوت پر مبنی ہے۔ اسلام نے مال داروں پر فقیروں اور مساکین کے لیے معدنیات میں سے پانچواں حصّہ۔ زمین کی پیداوار سے دسواں حصّہ اور بیسواں حصّہ۔ اور تجارت میں چالیسواں حصّہ سالانہ مقرر کیا ہے۔ اس کے علاوہ فطرانہ، قربانی اور نذر و کفارات ہیں جن کے ذریعے دولت ہمیشہ غریبوں اور امیروں میں تقسیم ہو کر گردش کرتی رہتی ہے اور اس بُنیادی نکتہ مؤاسات اور ہمدردی سے محبّت اور عدل و انصاف کی فضاء قائم رہتی ہے۔ اسلام نے خرچ اور آمد دونوں کے لیے اصول مقرر کئے ہیں جن سے ظلم، عداوت اور مطلق العنانی وغیرہ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں جو کہ دُوسرے نظاموں میں پائے جاتے ہیں۔

دعوت و تبلیغ کے چند اصول

نظامِ شریعت کی دعوت اور اس کے اجراء کی جد وجہد کے لیے تین اصول مدّنظر رکھنے چاہئیں۔ اور یہ تینوں اصول قرآن کریم سے مستنبط ہیں اور انبیاء کرام کا معمول رہ چُکے ہیں۔

پہلا اصول :۔

سب سے پہلا اصول علم ہے۔ شریعت کے علم کے حاصل کئے بغیر آپ اس کے محاسن اور فوائد کو نہ تو خود جانتے ہوں گے اور نہ دوسروں کو بتلا سکتے ہوں گے اس طرح کسی اعتراض اور ردّ و قدح کا جواب بھی نہیں دے سکتے۔ یہ اصل میں قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے۔

ارشاد باری تعالےٰ ہے :۔

قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحان اللہ وما انا من المشرکین (سورۂ یوسف)

"تو کہہ دے کہ یہ میری راہ ہے بُلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بُوجھ کر اور جو میرے ساتھ ہیں اور پاکی ہے اللہ کی۔ اور مَیں شرک کرنے والوں میں سے نہیں"

دُوسرا اصول :۔

دُوسرا اصول دعوت کا حکمت ہے۔ دعوت و اصلاح میں ہوشیاری اور دانائی سے کام لینا، اور ہر قوم کو اُن کے فہم و عقل کے مطابق سمجھانا پڑتا ہے۔ یہ اصل اس آیت کریمہ سے ماخوذ ہے :

اُدعُ الی سبیل ربّک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالّتی ھی احسن

باقی صفحہ پر